# اسلامی علوم کے ہندی مصادر

جناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

(۵)

**فنِ قصص پر ہندی کی دوسری کتابیں**

۱۔ کتاب البدہ: اس کتاب کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی، البتہ ابنِ ندیم نے "اسماءِ کتب الہند فی الاسماء والاحادیث" (روایات اور قصوں پر ہندی کتابوں کے نام) کے عنوان کے تحت یہ نام دیا ہے۔[1] ڈاکٹر حسین مونس کا اس پر یہ نوٹ ہے۔[2] "دین جحم انہ کتاب البدا علی اعتبار انہ حیاۃ بوذا" مرجح یہ ہے کہ یہ کتاب البدا ہے، اس اعتبار پر کہ وہ گوتم بدھ کی سوانح عمری ہے۔ میرے خیال میں "یہ کتاب البُدّ" ہے۔ بدّ ایک ہندی مصنف کا نام ہے، بیرونی نے اس کی تصانیف میں ایک کتاب "جُوَدامَن" کا ذکر کیا ہے۔[3]

۲۔ کتاب یوباسف وبلوہر:[4] یہ کتاب ساسانی دور میں ہندی سے پہلوی میں منتقل ہوئی۔ پھر عباسی دور میں اس کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ ابان بن عبد الحمید مذکور نے اس کو بھی نظم کیا تھا۔ ایک ترجمہ اس کا یونانی میں بھی ہوا ہے، جس کا نام برلام ویواسف ہے۔ (BALRAAM, JASAFAT) یہی دراصل کتاب کا اصل تلفظ ہے۔

مولانا سلیمان ندوی نے اس کتاب کے بیان پر کئی صفحے صرف کئے ہیں اور یوباسف کا تلفظ انھوں نے "بوذاسف" کیا ہے، مگر میرے خیال میں یہ کوئی دوسری کتاب ہے۔

---

[1] الفہرست (ص ۴۸ ۳)  [2] جرجی زیدان: "تاریخ التمدن الاسلامی (۳/ ۱۸۰)  [3] تحقیق ما للہند (ص ۷۵)

[4] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۸ ۳)، محمد محمدی: فرہنگ ایرانی (ص ۱۷۳)

۳- کتاب سندباد: اس کتاب کا مصنف سندباد ہے، اس نے راجہ کورش کے لئے یہ کتاب لکھی تھی۔ مسعودی نے اس کا اصل نام کتاب الوزراء السبعۃ والمعلم وامرأۃ الملک (سات وزیروں، معلم اور رانی کی کہانی) بتایا ہے، اور کہا ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا عربی ترجمہ کتاب سندباد کے نام سے مشہور ہے۔[1]

اس کتاب کے دو نسخے ہیں: ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، اس کے بارے میں بھی کلیلہ ودمنہ کی طرح اختلاف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ یہ اہلِ ہند کی تصنیف ہے۔[2]

۴- کتاب علم الہند: اس کتاب کے بارے میں کوئی تفصیل حاصل نہیں ہو سکی، صرف ابن ندیم نے اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابان بن لاحق نے اس کا نظم میں ترجمہ کیا تھا۔[3]

۵- کتاب مکر النسا: اس کتاب کا ذکر صرف یعقوبی نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا مصنف راجہ کوش ہے۔[4]
ان کے علاوہ حسب ذیل کتابیں وہ ہیں جن کے صرف نام ملتے ہیں اور کوئی تفصیل ان کے بارے میں معلوم نہیں۔

کتاب یوباسف مفرد - کتاب ادب الہند والصین - کتاب ھابل فی الحکمۃ - کتاب الہند فی قصۃ ھبوط آدم علیہ السلام، کتاب طرق، کتاب دیک الہندی فی الرجل والمرأۃ، کتاب حدود منطق الہند، کتاب سادیرم - کتاب ملک الہند القتال والسباح، کتاب شاناق فی التدبیر - کتاب بیدبا فی الحکمۃ۔[5]

ان کتابوں میں ھابل، طرق، دیک (دیپک؟) سادیرم یا ساوبرم، شاناق (چانکیہ)، اطر، بیدبا مصنفین کے نام ہیں جن کی طرف لفظ کتاب مضاف ہے۔

**مختصر قصے**

ان مستقل کتابوں کے علاوہ ایسے چھوٹے چھوٹے قصے تو خاصی تعداد میں ملتے ہیں جن کو عربی ادباء نے ہندی کتابوں کے حوالے سے اپنی اپنی تالیفات میں نقل کیا ہے، ان کو دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرونِ اولیٰ ہی میں ہندی طب اور دیگر علوم کے ساتھ ساتھ ہندی ادب کی کتابیں بھی خاصی تعداد میں عربی میں منتقل ہو گئی تھیں اور وہ عربی کا ایک جزء بن گئی تھیں۔ ذیل میں صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں:-

جہشیاری، محمد بن عبدوس متوفی ۳۳۱ھ/۹۴۳ لکھتا ہے:[6]

ومما استحسنہ من شدۃ التحرز ما حکی فی کتاب من کتب الھند، ان حکایات میں

---

[1] مسعودی: مروج الذہب (۱/۶۷) [2] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۲۸) [3] ایضاً (ص ۱۶۸)
[4] یعقوبی (۱/۹۴) [5] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۳۸) [6] کتاب الوزراء والکتاب (ص ۸)

جو شدت احتیاط کے بارے میں مجھے پسند ہیں، ایک یہ حکایت بھی ہے جو ہندی کتابوں میں سے کسی میں بیان کی گئی ہے۔)

اس کے بعد اس نے حسب ذیل قصہ نقل کیا ہے :-

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کے پاس ہدیہ کے طور پر ایک زیور اور ایک پوشاک آئی، اس وقت اس کے پاس اس کی دو بیویاں موجود تھیں، وزیر بھی بادشاہ کی برابر میں بیٹھا ہوا تھا، بادشاہ نے ان بیویوں میں سے کسی ایک کو یہ اختیار دیا کہ وہ زیور اور پوشاک میں سے جو چاہے پسند کر سکتی ہے، عورت نے وزیر کی طرف دیکھا جس کا مقصد اس سے طلبِ مشورہ تھا۔ وزیر نے جواباً اپنی ایک آنکھ سے پوشاک کی طرف اشارہ کیا۔ بادشاہ اس کے اشارہ کو کچھ بھانپ گیا۔ عورت نے جب یہ خطرہ محسوس کیا تو اپنے فیصلے سے، جس سے وزیر کی آنکھ کا اشارہ متعلق تھا، رجوع کر لیا اور زیور کو پسند کر لیا، تاکہ بادشاہ اگر کچھ سمجھا بھی ہے تو عمل سے اس کی تصدیق نہ ہو سکے اور اس کو وہ اپنے وہم پر محمول کرے۔ اس کے بعد وزیر چالیس سال بادشاہ کی خدمت میں رہا لیکن اپنی آنکھ کو اسی گوشہ پر رکھا جس پر وہ اشارہ کے وقت تھی تاکہ بادشاہ یہ سمجھ لے کہ یہ اشارہ نہ تھا، بلکہ عادت اور خلقت ہے۔

۲۔ حسب ذیل قصہ ابن قتیبہ نے فی کتاب "للہند" کہہ کر نقل کیا ہے[۱] :

ایک سادھو کے پاس ایک لٹیا میں کچھ شہد اور گھی تھا۔ ایک دن اس کے ذہن میں ایک بات آئی، اور کہنے لگا : میں یہ لٹیا دس درہم میں بیچ دوں اور اس رقم سے پانچ بکریاں خرید لوں اور ہر سال دو مرتبہ ان سے بچے لوں، اس طرح چند ہی سال میں میرے پاس بکریوں کی تعداد دو سو تک پہونچ جائے گی، پھر ہر چار بکریوں پر میں ایک گائے خرید لوں ...... تا آخر قصہ

**حکیم** عربوں کا یہ بڑا محبوب فن ہے، اس کے آثار بہت قبل سے ملتے ہیں، تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے علوم کی طرح عربوں نے ہندی ادب کے ان جواہر ریزوں کو بھی چنا ہے، چنانچہ ابن قتیبہ، ابن عبدربہ الاندلسی نیز دیگر ادباء کی تصانیف میں خاصی تعداد میں ایسے 'حکیم' ملتے ہیں، جو ہندی کتابوں سے منقول ہیں، ذیل میں کچھ اقتباسات

[۱] ابن قتیبہ : عیون الاخبار (۱/۲۶۳)

پیش کرتا ہوں:-

۱- شر المال ما لا ینفق منہ، وشر الاخوان الخاذل، وشر السلطان من خافہ البرئ، وشر البلاد ما لیس فیہ خصب ولا امن[۱]

بدترین مال وہ ہے، جس میں سے خرچ نہ کیا جائے، بدترین بھائی وہ ہے جو چھوڑ دے، بدترین بادشاہ وہ ہے جس سے مخلوقِ خدا خائف رہے، اور بدترین شہر وہ ہے جس میں سرسبزی اور امن و امان نہ ہو۔

۲- ثلاثۃ اشیاء لا تنال الا بارتفاع ہمۃ وعظیم خطر۔ عمل السلطان و تجارۃ البحر، ومناجزۃ العدو[۲]

تین چیزیں ایسی ہیں جو صرف بلندیِ ہمت اور بڑے حوصلہ سے حاصل ہوتی ہیں، بادشاہ کی ملازمت، بحری تجارت، دشمن کا مقابلہ۔

۳- ذو الھمۃ ان حط فنفسہ تأبی الا علوا، کالشعلۃ من النار یصوبھا صاحبھا وتابی الا ارتفاعا[۳]

صاحبِ ہمت اگر گر بھی جائے تب بھی اس کی نظر بلندی پر رہتی ہے جس طرح آگ کا شعلہ کہ آگ جلانے والا اس کو نیچے جھکاتا ہے لیکن وہ بلندی ہی کی طرف جاتا ہے۔

۴- لیس من خلۃ یمدح بھا الغنی الا ذم بھا الفقیر۔ فان کان شجاعا قیل اھوج وان کان وقورا قیل بلید، وان کان لسانا قیل مھذار وان کان زمیتا قیل عی[۴]

ہر صفت جو غنی کے لئے موجبِ مدح ہوتی ہے، فقیر کے لئے وہی مذمت بن جاتی ہے، اگر وہ بہادر ہے تو اس کو اھوج کہا جاتا ہے، اور اگر باوقار ہے تو مٹھوس، اور اگر لسان ہے تو بکواسی، اور اگر کم گو ہے تو گونگا کہا جاتا ہے۔

۵- العالم اذا اغترب فمعہ من علمہ کاف، کالاسد معہ قوتہ التی یعیش بھا حیث توجہ[۵]

عالم اگر پردیسی بھی ہے تو اس کا علم اس کے ساتھ ہوتا ہے، جس طرح شیر کہ جہاں بھی چلا جائے، اس کے پاس اس کی قوت موجود ہوتی ہے جس کے ذریعے سے وہ زندہ رہتا ہے۔

۶- ان السلطان لا یقرب الناس لقرب آبائھم ولا یبعدھم لبعدھم، ولکن

بے شک بادشاہ لوگوں کو، ان کے باپ دادا کے قرب کے سبب اپنے سے قریب نہیں کیا کرتا، نہ ان کے بُعد کے سبب اپنے سے دُور

[۱] ابن قتیبہ: عیون الاخبار (۱/۳) [۲] ایضاً (۱/۲۳۱) [۳] ایضاً۔ [۴] ایضاً (۱/۲۳۹) [۵] ایضاً (۲/۱۲۱)

ينظر ما عند كل رجل منهم فيقرب البعيد لنفعه ويبعد القريب لضره - وشبهوا ذلك بالجرذ الذي هو في البيت مجاور، فمن اجل ضره نفي، والبازي الذي وحشي فمن اجل نفعه اقتني [1]

کرتا ہے، بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ ان میں سے ہر شخص کے پاس کیا چیز ہے، پس بعید کے پاس اگر نفع ہے تو اس کے نفع کی وجہ سے وہ اس کو قریب کر لیتا ہے اور قریب کے پاس اگر نقصان ہے تو اس کے نقصان کے سبب وہ اس کو اپنے سے دور کرتا ہے، لوگوں نے اس کی مثال جُرَذ (ایک قسم کا چوہا) سے دی ہے، جو اگرچہ گھر ہی میں رہتا ہے لیکن اس کی نقصان رسانی کے سبب اس کو نکال دیا جاتا ہے اور شکرہ اگرچہ جنگلی پرندہ ہے (یعنی دور رہتا ہے) لیکن اس کے نفع کے سبب اس کی نگہداشت کی جاتی ہے۔

۷- اذا احدث لك العدو صداقة لعلة الجاته اليك فمع ذهاب العلة رجوع العداوة، كالماء تسخنه فاذا امسكت عنه عاد الى اصله بارداً والشجرة المرة لو طليتها بالعسل لم تثمر الا مراً [2]

جب تمہارا کوئی دشمن کسی ایسی غرض کی وجہ سے جو اس کو تمہارے پاس لے کر آئی ہے، تم سے اظہارِ خلوص کرے تو سمجھ لو کہ غرض نکل جانے پر پھر اپنی دشمنی پر پلٹ آئے گا، جس طرح پانی کہ تم اس کو گرم کرتے ہو لیکن گرم کے بعد اگر چھوڑ دو تو پھر وہ اپنی اصلیت یعنی برودت کی طرف پلٹ آئے گا۔ اور کڑوے پیڑ پر کتنا ہی شہد ملا جائے وہ پھل کڑوا ہی دے گا۔

۸- الحازم يحذر عدوه على كل حال، يحذر المواثبة ان قرب، والمعاودة ان بعد، والكمين ان انكشف والاستطراد ان ولى، والكرة ان فر [3]

محتاط آدمی ہر حال میں دشمن سے ڈرتا ہے، اگر وہ قریب ہوتا ہے تو اس کے جھپٹ پڑنے سے ڈرتا ہے، اگر دور ہوتا ہے تو پلٹ پڑنے سے، اگر سامنے ہوتا ہے تو اس کی گھات سے، اگر پشت پھیر کر جاتا ہے تو چالبازی سے، اگر بھاگ جاتا ہے تو ٹوٹ پڑنے سے ڈرتا ہے۔

۹- ينبغي للعاقل ان يدع التماس ما لا سبيل اليه، والا عد جاهلاً - كرجل اراد ان يجري السفن في البر والعجل في البحر، وذلك ما لا سبيل اليه [4]

عقل مند کو چاہئے کہ جس چیز کے حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو اس کی طلب سے باز آجائے ورنہ وہ جاہل شمار ہوگا، اس شخص کی طرح جو کشتی کو خشکی میں جاری کرے اور بچھڑے کو سمندر میں - یہ ایسی بات ہے جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

---

۱ عقد الفرید (۱/۷۰) ۲ ایضاً (۱/۲۱۵) ۳ ایضاً (۱/۱۲۳ - ۳۱۴)

۱۰- احسان المسیء ان یکف عنك اذاه واساءة المحسن ان یمنعك جدواه[1]

بُرائی کرنے والے کا احسان یہ ہے کہ وہ اپنی ایذا رسانی کو تجھ سے روک لے اور نیکی کرنے والے کی بُرائی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اپنی عطایا سے محروم کر دے۔

۱۱- ان الرجل السوء لا یتغیر عن طبعه کما ان الشجرة المرة لو طلیتها بالعسل لم تثمر الا مرا[2]

بدطینت آدمی اپنی طبیعت سے نہیں بدل سکتا جس طرح کڑوے پیڑ کو کتنا ہی شہد ملا جائے وہ پھل کڑوا ہی دے گا۔

۱۲- السلطان مثل النار: ان تباعدت عنها احتجت الیها وان دنوت منها احترقتك[3]

بادشاہ کی مثال آگ کی ہے: اگر تم اس سے دور رہو گے تو اس کے محتاج ہو گے اور اگر قریب جاؤ گے تو وہ تم کو جلا دے گی۔

۱۳- اذا کان الوزیر یساوی الملك فی المال والهیبة والطاعة من الناس فلیصرعه الملك، فان لم یفعل فلیعلم انه المصروع[4]

وزیر جب مال بخشش اور لوگوں کی اطاعت میں بادشاہ کے برابر ہو جائے تو بادشاہ کو چاہیے کہ وہ اس کو گرا دے، اگر ایسا نہ کرے گا تو سمجھ لے کہ پھر وزیر کے ہاتھوں وہ پچھڑ جائے گا۔

مذکورہ بالا حِکَم تو وہ ہیں جو متفرق کتابوں میں متفرق طور پر ملتے ہیں، اور ان کے اصل ماخذ کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے علاوہ محمد بن الولید الطرطوشی متوفی ۵۲۰/۱۱۲۶ نے اپنی کتاب "سراج الملوک" میں ایک مستقل فصل "حِکَم شاناق الہندی" کے عنوان سے رکھی ہے جس میں اس نے شاناق (چانکیہ) کے بکثرت اقوال نقل کئے ہیں، جن میں اس نے بادشاہوں اور والیانِ ملک کو نصیحتیں کی ہیں۔ مؤلف نے اس مقام پر یہ بھی کہا ہے کہ یہ پوری فصل شاناق کی کتاب "منتحل الجواہر" پر مشتمل ہے[5]

ہندی کے یہ حِکَم و امثال عربی ادب میں اتنا عام ہوئے کہ نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی ان سے متاثر ہوئی، اور

---

[1] عقد الفرید- [2] ایضاً (۱۶۸/۲) [3] ایضاً (۱۳۵/۳) [4] کتاب الوزراء والکتاب (ص ۸)
[5] سراج الملوک (ص ۲۳۱)

شعراء نے ان خیالات کو نظم کرنا شروع کر دیا۔ ذیل کی دو مثالوں سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ابن قتیبہ لکھتا ہے[1]۔

وفی کتاب للھند: لا ینبغی اللجاج فی اسقاط ذی الھمۃ والرأی وازالتہ، فانہما اشبہ الطبع کالحیۃ ان وطئت فلم تلسع لم یغتر بہا فیعاد لوطئہا واما سمح الطبع کالصندل البارد ان افرط فی حکہ عاد حارا موذیا۔

ہندی کی ایک کتاب میں ہے: صاحب ہمت اور صاحب رائے کی اہانت اور اس کو گرانے میں اصرار نہیں کرنا چاہیئے، اس لئے کہ یا تو وہ طبیعت کا سخت ہے سانپ کی طرح اگر تم نے اس کو کچل دیا اور اس نے نہیں کاٹا تو پھر وہ کچلا جائے گا۔ یا وہ شریف الطبع ہے، ٹھنڈے صندل کی طرح اس صورت میں اگر اس کو زیادہ رگڑا جائے گا تو وہ تکلیف دہ حد تک گرم ہو جائے گا۔

ابونواس کے حسب ذیل شعر اس سے ماخوذ ہیں:

قل لزھیر اذا احدا وشدا ... اقلل او اکثر فانت مھذار

سخنت من شدۃ البرودۃ حتی ... صرت عندی کانک النار

لا یعجب السامعون من صفتی ... کذلک الثلج بارد حار

ترجمہ:- زھیر سے کہہ دو جب وہ اشعار گاتا ہو کہ تو خواہ کمی کرے یا زیادتی بہرحال بکواسی ہے، انتہائے برودت کے نتیجے میں تو گرم ہو گیا ہے یہاں تک کہ میرے نزدیک گویا تو آگ ہے، میرے اس بیان سے سننے والے تعجب نہ کریں اس لئے کہ اسی طرح سے برف سرد گرم ہوتا ہے۔

یہ شعر نقل کر کے ابن قتیبہ نے لکھا ہے: یہ شعر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ علم طبائع میں شاعر کی نظر گہری تھی اس لئے کہ اہل ہند کا یہ نظریہ ہے کہ کوئی چیز جب برودت کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پھر وہ تکلیف دہ درجہ پر حرارت کی طرف پلٹ آتی ہے۔

اسی طرح آسمان کے بارے میں اہل ہند کے جو نظریات ہیں، ان سے بھی شعرا کے تاثرات کی مثالیں ملتی ہیں ابونواس کا شعر ہے:

تخیرت والنجوم وقف ... لم یتمکن بہا المدار

اس سے شاعر کا مقصد یہ ہے کہ میں نے شراب اس وقت اختیار کی جب اللہ نے آسمان کو پیدا کیا۔

---

[1] طبقات الشعراء (ص ۵۰۶)

اصحاب سدھانت کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ستاروں کو پیدا کیا تو ان کو ایک برج کے اندر مجتمع صورت میں ٹھہرا دیا۔ پھر ان کو یہاں سے حرکت دی، اب یہ ستارے ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح حرکت میں رہیں گے یہاں تک کہ پھر پلٹ کر اسی برج میں آجائیں جہاں سے انھوں نے ابتدا کی تھی اور جب وہ اس کی طرف پلٹ آئیں گے تو قیامت آجائیگی اور نظامِ عالم درہم و برہم ہو جائے گا۔ اسی لئے ہنود کا یہ قول ہے کہ نوح ؑ کے زمانے میں یہ ستارے باستثنائے چند برجِ حوت میں جمع ہو گئے تھے اسی وجہ سے طوفان آیا اور مخلوق ہلاک ہو گئی اور صرف اسی قدر لوگ باقی بچے جس قدر ستارے برجِ حوت سے باہر رہ گئے تھے۔

اس نظریہ کی روشنی میں اب شعر کا ترجمہ کیجئے: "میں نے شراب اُس وقت اختیار کی جب ستارے ٹھہرے ہوئے تھے، اور کسی ایک مرکز پر وہ قائم نہ تھے۔"[1]

## مواعظ و حِکم

اس فن پر ہندوستان کے ایک نامور مصنف شاناق (چانکیہ) کی ایک کتاب "منتحل الجواہر" نام سے ملتی ہے۔ جس کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے[2] کہ شاناق نے یہ کتاب اپنے زمانہ کے راجہ ابن قمانقس کے لئے مرتب کی تھی، یہ کتاب ساتویں صدی ہجری تک موجود تھی، چنانچہ محمد بن الولید الطرطوشی متوفی ۵۲۰ھ اور ابن ابی اصیبعہ، متوفی ۶۶۸ کی تالیفات میں اس کے اقتباسات کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ ذیل میں اس کتاب کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے[3] جس سے کتاب کی اہمیت اور نوعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:-

| | |
|---|---|
| یا ایہا الوالی اتق عثرات الزمان | اے بادشاہ! زمانہ کی ٹھوکروں سے بچئے، حوادثِ زمانہ کے تسلط |
| واخش تسلط الایام ولوعة غلبة | اور اقتدار سے خائف رہئے، جان لیجئے کہ ہر عمل کا ایک نتیجہ |
| الدهر واعلم ان للاعمال جزاء فاتق | ہوتا ہے اس لئے حوادثِ دہر کے انجام سے ڈرتے رہئے، کیونکہ |
| عواقب الدهر والایام فان لها غدرات | زمانہ کے حادثات بے وفا ہوتے ہیں، اس لئے ان سے چوکنا رہئے |
| فکن منها علی حذر والاقدار مغیبات | تقدیر اور مآلِ کار کا معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کے |
| فاستعد لها والزمان منقلب فاحذر | لئے مستعد رہئے، زمانہ بدلتا رہتا ہے، پس اس کے انقلاب |

[1] طبقات الشعراء (ص ۵۰۴) [2] عیون الانباء فی طبقات الاطباء (۲/۳۳) [3] ایضاً۔

| | |
|---|---|
| دولته لئيم الكرة تخف سطوة سريع | اور گردش سے بچئے اور اس کی پُرفریب سطوت سے ڈریئے |
| الغرة فلا تأمن دولته واعلم ان من لم | اس کے انقلاب سے بے خوف نہ ہو جیئے۔ سمجھ لیجئے کہ جو شخص اپنی |
| يداو نفسه من سقام الآثام في ايام | زندگی میں اپنے نفس کو گناہوں کی بیماریوں سے نہ بچا سکے تو اس کو |
| حياته فما ابعده من الشفاء في دار الادواء لها | دارِ امراض میں شفا کیوں کر نصیب ہو سکتی ہے، بے شک جس نے |
| ومن اذل حواسه واستعبدها فيما تقدم | اپنے حواس کو قابو میں کر لیا اور نیکی اور بھلائی کے لئے ان کو اپنا |
| من خير لنفسه ابان فضله واظهر نبله ومن | غلام بنا لیا تو اس کا شرف ظاہر و باہر ہے اور جو اپنے ایک نفس کو |
| لم يضبط نفسه وهي واحدة لم يضبط حواسه | قابو میں نہ کر سکے وہ اپنے پانچوں حواس کو کس طرح قابو میں رکھ سکتا ہے |
| وهي خمس فاذا لم يضبط حواسه مع قلتها | اور اگر وہ اپنے ان چند اور کمزور حواس کو قابو میں نہ لا سکا تو اس |
| وذلتها اصعب عليه ضبط الاعوان مع كثرتهم | کے لئے بہت سے سخت اور درشت طبع اعوان کو قابو میں لانا |
| وخشونة جانبهم فكانت عامة الرعية في | انتہائی دشوار ہے اور اطراف و جوانب اور پورے ملک میں |
| اقاصي البلاد واطراف المملكة ابعد من الضبط۔ | پھیلی ہوئی اس کی رعایا اور بھی بے لگام ہو جائے گی۔ |

اسی شاناق کی ایک دوسری تالیف کتاب فی الآداب بھی عربی میں ترجمہ ہوئی ہے، جس کے بارے میں ابن ندیم نے کہا ہے کہ یہ پانچ ابواب میں تھی [1]

## کیمیا

علمِ کیمیا مسلمانوں کا ایک مہتم بالشان علم ہے۔ جس پر انھوں نے کثرت کے ساتھ تصانیف کی ہیں، یورپ نے کیمسٹری کو اب تک جو کچھ ترقی دی ہے اس کی بنیاد تمام تر انہی کتابوں پر ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں میں اس کی ترقی ایک خاص نقطہ پر پہنچ کر ختم ہو گئی، اور یورپ نے اس نقطہ سے اٹھا کر اس کو آگے بڑھایا۔ کیمیا کا موجد عام طور سے ایرانیوں کو کہا جاتا ہے، لیکن ابن ندیم نے اس کے ساتھ یونان، ہندوستان اور چین کے نام بھی لئے ہیں [2] جس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان ممالک میں قدیم زمانہ سے اس علم کے آثار موجود تھے۔

عربی میں علمِ کیمیا پر جن کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے ان میں ایک کتاب خاطف ہندی کی بھی ہے [3] جس کا ذکر صرف

[1] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۵۳) [2] فہرست ابن ندیم (ص ۵۲۱) [3] ایضاً (ص ۵۱۷)

ابن ندیم کے یہاں ملتا ہے۔ اسی ابن ندیم کے یہاں جابر بن حیان کی تصانیف میں ایک کتاب "کتاب الی خاطف"[1] کے عنوان سے ملتی ہے۔ میرے خیال میں یہ خاطف وہی خاطف ہندی ہے جس کا ذکر پہلے ہوا۔

## شعبدہ و طلسم

ہندوستان کا یہ پرانا فن ہے، ابن ندیم کہتا ہے: اہلِ ہند کو جادو، منتر میں بہت اعتقاد ہے، پھر کہتا ہے کہ اہلِ ہند علمِ توہم میں خاص کمال رکھتے ہیں اور اس فن پر ان کی کتابیں ہیں جن میں سے کچھ کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے۔[2] اسی سلسلہ میں اس نے ہندی مصنف ـــــہ کا نام لیا ہے اور لکھا ہے[3] اس کا شمار قدماء میں ہے، اس کا طریقہ نیرنگ و نظر بندی میں ہندوستان کا طریقہ ہے، اس کی ایک کتاب ہے جس میں اس نے توہم والوں کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اسی فن پر دوسری کتاب کنکا کی ہے جس کا نام "کتاب فی التوہم"[4] ہے۔

## فال و زجر

یہ دونوں فن ہندوستان سے خاص خصوصیت رکھتے ہیں، ان پر ہندی کی دو کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے۔ کتاب زجر الهند، کتاب خطوط الکف والنظر فی الید "ہند"[5]۔

## سیاسیات و فنِ جنگ

اس فن میں ہندی کی صرف تین کتابیں عربی میں آئی ہیں، ان میں پہلی کتاب چانکیہ کی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ لڑائی کا انتظام کس طرح کرنا چاہئے، اور بادشاہ کو کیسے سپاہی چننے چاہئیں، نیز سواروں کی ترتیب اور کھانا اور زہر کے بارے میں ہے[6] دوسری کا مؤلف باجہر ہندی ہے۔ اس میں تلوار کی پہچان اور اس کی خوبیوں اور اس کے نشانات کا بیان ہے[7] تیسری کتاب کا عربی نام "ادب الملک" یعنی سلطنت کے آداب۔ اس کے اصل مصنف کا پتہ نہیں، البتہ اس کا عربی مترجم ابو صالح بن شعیب ہے۔ اس وقت اس کا صرف فارسی ترجمہ موجود ہے، یہ ترجمہ ۴۱۲ھ میں ابوالحسن بن علی جبلی نے کیا تھا جو ایک دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا۔[8]

---

[1] فہرست ابن ندیم (ص ۵۱۵) [2] ایضاً (ص ۴۴۴) [3] ایضاً (ص ۴۴۸) [4] ایضاً (ص ۳۹۲)
[5] ایضاً (ص ۴۵۰) [6] ابن ندیم: فہرست (ص ۴۵۱) [7] ایضاً۔ [8] عرب و ہند کے تعلقات (ص ۱۵۹)

## مہابھارت

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ایک فارسی کتاب "مجمل التواریخ" پیرس لائبریری میں ہے جس میں بہت کچھ مہابھارت کے قصے ہیں۔ اس کتاب کے مقدمے میں ہے کہ اس کو سنسکرت (ہندوانی) زبان سے ابوصالح بن شعیب نے عربی میں ترجمہ کیا تھا، پھر ۴۱۷ھ میں ابوالحسن علی جبلی نے جو کسی دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا، اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ایلیٹ صاحب نے اس کا کسی قدر خلاصہ دیا ہے[1]

## شطرنج

دنیا کے مشہور کھیلوں میں ہے جو اہلِ ہند کی ذہانت اور فلسفیانہ ذہن کا پورا پورا ثبوت ہے، قاضی صاعد اندلسی اس کے ذکر میں لکھتے ہیں[2]

| | |
|---|---|
| وممّا وصل الینا من نتائج فکرھم | ان (اہلِ ہند) کے صحیح نتائجِ فکر اور عقلِ سلیم کی |
| الصحیحة ومولدات عقولھم السلیمة | ایجادات اور نادر صنائع سے جو چیز ہم کو پہونچی ہے |
| وغرائب صنائعھم الفاضلة الشطرنج۔ | وہ شطرنج ہے۔ |

کچھ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ شطرنج کا موجد کون ہے؟ اس کی طرف مسعودی نے بھی اشارہ کیا ہے[3] اس نے لکھا ہے کہ یونانی اور رومی اور ان کے علاوہ کچھ دوسری قوموں نے بھی شطرنج کے بارے میں کلام کیا ہے اور اس کھیل کی ایک خاص قسم ان کے یہاں ہے جس کا ذکر شطرنجیوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ لفظ شطرنج کو کچھ ایرانیوں نے شش رنگ اور ہشت رنج کا معرب بتایا ہے، لیکن یہ ایک زبردستی ہے اور بنی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ عربی قاعدہ سے شطرنج کسی طرح شش رنگ ـــ یا ہشت رنج کا معرّب نہیں بنتا، نہ عربوں کے مذاق سے ایسی امید کی جا سکتی ہے، اس کا معرب سس رنج تو ہو سکتا لیکن شطرنج سے تو اس کا کوئی دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ دراصل یہ لفظ سنسکرت کے لفظ "چترانگ" کا معرب ہے جس کے معنی ہیں "چار عضو والا" اس میں چ کو ش سے، ت کو ط سے اور گ کو ج سے بدل دیا گیا ہے۔ جو تعریب کے قاعدے سے بالکل صحیح ہے۔

---

[1] تاریخ ہند ایلیٹ جلد اول ص۱۰۱ بحوالہ عرب و ہند کے تعلقات ص۱۵۹۔
[2] طبقات الامم (ص ۲۱) [3] مروج الذہب (۲/۶۷)

علمائے یورپ نے اس پر محققانہ بحثیں کی ہیں اور آخر میں وہ اسی نتیجے پر پہونچے ہیں کہ شطرنج ہندوستان کی ایجاد ہے، سر ولیم جونس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے راجہ دابشلیم کے درباری طبیب بیدپا (ودیاپتی) نے اس کو وضع کیا تھا، راجہ نے نوشیرواں کسریٰ کو تحفے میں یہ کھیل بھیجا، یہاں سے یہ دنیا کے دوسرے ممالک میں پہونچا۔

عرب مؤرخین میں یعقوبی متوفی ۲۸۴ھ/۸۹۷ء اور مسعودی متوفی ۳۴۶/۹۵۷ نے باتفاق اس کا واضع اہلِ ہند ہی کو بتایا ہے [1] ان دونوں نے اس کی پوری تفصیل بھی دی ہے، یعقوبی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ شطرنج دراصل دانا کی فضیلت و کامیابی اور مجبور کی ناکامی کا ایک واضح ثبوت ہے، دوسرے لفظوں میں گویا مسئلۂ اختیار کی یہ عملی تشریح ہے، چنانچہ اس کے موجد نے یہی کہہ کر راجہ کے سامنے اس کو پیش کیا تھا، چنانچہ اس نے اس کے ۸ × ۸ یعنی ۶۴ خانے اور ۳۲ مہرے بنائے جو دو رنگوں میں تقسیم تھے، ہر رنگ کے سولہ مہرے تھے۔

پھر ان سولہ کو چھ شکلوں میں بانٹا: ایک شکل بادشاہ کی، ایک فرزین کی، ایک شکل دو فیلوں کی، ایک شکل دو رخوں کی، ایک شکل دو گھوڑوں کی، ایک شکل پیادوں کی، اس سے جڑواں حساب نکلتا ہے جو بہترین حسابوں میں ہے۔ کیوں کہ اگر ۶۴ کو دو حصوں میں تقسیم کریں تو اس کا آدھا ۳۲ ہوگا جو کُل مہروں کی تعداد ہے اور ۳۲ کو آدھا کریں، تو ۱۶ جو ہر ایک مہرے کی تعداد ہے اور ۱۶ کو آدھا کریں تو ۸ ہوں گے جو پیدل کی تعداد ہے، اور آٹھ کو آدھا کریں تو ۴ ہوں گے جو دونوں رنگ کے رخوں اور گھوڑوں کی تعداد ہے اور ۴ کو آدھا کریں تو ۲ ہوگا، اس طرح کل تعداد جوڑوں میں تقسیم ہوگی اور اس تقسیم کے بعد صرف ایک کا عدد باقی رہ جاتا ہے جو سب کو اکائی کی شکل میں تقسیم کرتا ہے اور وہ خود نہ کوئی عدد ہے اور نہ شمار میں آتا ہے، نہ زوج ہے، نہ فرد ہے، بلکہ فرد کا پہلا عدد ۳ ہے۔

اس کے بعد اس پنڈت نے کہا کہ جنگ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں رائے، تدبیر، حزم و احتیاط، تیاری، لشکر، غرض کہ ہر فضیلت کا حال معلوم ہو جاتا ہے، اب اگر کسی میں ان صفات میں کوئی ایک صفت بھی نہ پائی جائے تو اس کی کوتاہی یقینی ہے اس لئے کہ اس بارے میں غلطی کی تلافی نہیں ہو سکتی اور کوتاہی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ لہٰذا آدمی اگر معرکۂ حیات میں صحیح طریقہ اختیار کرے گا تو کامیاب ہے، ورنہ ناکام۔

آگے چل کر یعقوبی نے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جس میں شطرنج کے موجد کا راجہ سے انعام طلب

---

[1] ایضاً (۱/۶۶) یعقوبی (۱/۹۰)

کرنے کا بیان ہے۔[1] وہ انعام یہ تھا کہ شطرنج کے خانوں کی تعداد کے بقدر ضرب در ضرب کے طریقے پر گیہوں کے دانے دے دیئے جائیں باس طور کہ پہلے خانہ میں ایک دانہ، دوسرے میں دو، تیسرے میں ۶ چوتھے میں بارہ اور اسی طرح دگنا کرتے چلے جائیں۔ بظاہر رانی نے اس انعام کو بہت معمولی سمجھا مگر جب حساب لگایا گیا تو اس کی ادائیگی رانی کے بس سے باہر تھی، یعقوبی اور مسعودی نے یہ پورا حساب لگا کر بتایا ہے۔ لیکن میں نے جب خود حساب لگا کر دیکھا تو دونوں کے یہاں غلطی نکلی، بات چونکہ کھیل کی ہے، اس لئے حساب نکال کر دکھانا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

شطرنج کے کل خانے ۸ × ۸ کل ۶۴ ہوتے ہیں، اس طرح آٹھ آٹھ خانوں کی آٹھ سطریں ہوتی ہیں۔

سطر اول ۱۲۸ (۱ | ۲ | ۴ | ۸ | ۱۶ | ۳۲ | ۶۴ | ۱۲۸)

سطر دوم ۳۲۷۶۸ (۲۵۶ ۵۱۲ ۱۰۲۴ ۲۰۴۸ ۴۰۹۶ ۸۱۹۲ ۱۶۳۹۴ ۳۲۷۸۸)

سطر سوم ۶۰۸۴۶۰۸

سطر چہارم ۱۵۷۶۵۹۶۴۸

سطر پنجم ۳۹۸۷۶۰۸۶۹۸۸۸

سطر ششم ۱۰۲۰۸۲۷۸۲۶۹۱۳۲۸

سطر ہفتم ۲۶۱۳۳۱۹۲۳۶۸۹۷۹۹۶۸

سطر ہشتم ۶۶۹۰۰۹۷۲۴۶۴۵۸۸۷۱۸۰۸

---

۶۷۱۶۳۳۲۸۲۰۵۳۵۱۹۰۱۴۴ عہ

حقیقت یہ ہے کہ شطرنج کی طرح اس کا انعام بھی موجد کی ذہانت طبع اور حسابی سوجھ بوجھ کا ایک ثبوت ہے۔ مسلمانوں میں یہ کھیل کلیلہ ودمنہ کی طرح ایران سے آیا ہے۔ غالباً یہ عباسی دور تھا جب مسلمان اس سے واقف ہوئے، مسلمانوں نے اس کو بہت ترقی دی، چنانچہ بعض لوگ تو اس کے اتنے ماہر تھے کہ ان کے نام کے ساتھ شطرنجی لکھا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ اتنا عام ہوا کہ عربی ادب کا یہ ایک مستقل موضوع بن گیا اور نظم ونثر دونوں میں اس نے ایک مقام حاصل کر لیا۔ مثال کے طور پر ابن الرومی نے ابوالقاسم التوزی کے بارے میں جو اشعار کہے ہیں ان میں

---

[1] یعقوبی (ص ۹۲) عہ دانوں کی مذکورہ بالا تعداد کا وزن حساب لگانے پر چون کھرب، پینسٹھ ارب چھہتر کروڑ چھپن لاکھ اکتالیس ہزار سات سو گیارہ من ہوتا ہے۔ جس کے ٹن "ایک کھرب پچانوے ارب، بیس کروڑ، انسٹھ لاکھ، پندرہ ہزار سات سو چھتر" ہوتے ہیں۔

جگہ جگہ وہ شطرنج کا ذکر کرتا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:[1]

غلط الناس، لست تلعب بالشطرنج! لکن بانفس اللُّعَباء

ابتداءً اگرچہ شطرنج کی حیثیت ایک کھیل کی تھی، لیکن مسلمانوں نے اس کو ایک علم بنا دیا اور اس پر کتابیں تصنیف کیں، چنانچہ ابن ندیم نے اپنی فہرست میں "شطرنجیوں" کے نام سے ایک مستقل عنوان رکھا ہے اور اس ذیل میں اس نے حسب ذیل مصنفین کا ذکر کیا ہے:۔

۱- عدلی؛ اس کی کتاب الشطرنج اس فن پر سب سے پہلی کتاب ہے۔ ایک کتاب اس نے چوسر پر بھی لکھی تھی، جس کا نام "کتاب النرد و اسبابہا و اللعب بہا"[2] ہے، افسوس ہے کہ اس کھلاڑی کی جس طرح یہ کتابیں ضائع ہو گئیں، اسی طرح اس کے حالات پر بھی پردہ پڑا ہوا ہے۔

۲- رازی؛ یہ کون رازی ہے؟ کچھ معلوم نہیں، ابن ندیم کے یہاں اس کے نام کی جگہ نقطے لگے ہوئے ہیں۔ آگے اتنا اور ملتا ہے کہ یہ عدلی کی مثل تھا اور یہ دونوں خلیفہ متوکل کے سامنے شطرنج کھیلا کرتے تھے، اس نے بھی ایک کتاب شطرنج پر لکھی تھی۔[3]

۳- ابو العباس احمد بن محمد السرخسی متوفی ۲۸۶ھ؛ کتاب الشطرنج کا مصنف ہے۔[4]

۴- ابو بکر محمد بن یحییٰ الصولی متوفی ۳۳۰ھ؛ اپنے زمانے کے ماہرین شطرنج میں تھا۔[5] اس پر اس کی دو کتابیں ہیں: کتاب الشطرنج النسخۃ الاولیٰ، کتاب الشطرنج النسخۃ الثانیہ۔[6]

۵- اللجلاج، ابو الفرج محمد بن عبید اللہ متوفی ۳۶۰ھ؛ ابن ندیم صاحب فہرست کے معاصرین میں تھا۔ کتاب "منصوبات الشطرنج" کا مؤلف ہے۔[7]

۶- ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن صالح ابن الاقلیدسی؛ شطرنج کے ماہرین میں شمار ہے، ابن ندیم نے اس کی ایک کتاب مجموع فی منصوبات الشطرنج کا ذکر کیا ہے۔[8]

معلوم ہوتا ہے کہ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کے سامنے یہ کتابیں رہی ہیں جیسا کہ اس کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ "وذکر ذلک الشطرنجیون فی کتبہم"۔

---

۱ ضحی الاسلام ۱/۲۵۱۔ ۲ فہرست ابن ندیم ص ۲۲۱۔ ۳ ایضاً۔ ۴ کشف الظنون ۲/۱۴۳۰۔
۵ فہرست ابن ندیم (ص ۲۲۱) ۶ ایضاً (ص ۲۲۷) ۷ ایضاً (ص ۲۲۸) ۸ ایضاً۔

## چوسر

شطرنج کے انداز کا یہ دوسرا کھیل ہے، عربی میں اس کو "نرد" کہتے ہیں، اس کا ذکر احادیث میں جگہ جگہ آیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداء اسلام ہی کے زمانے میں عربوں میں یہ کھیل پہنچ چکا تھا۔ اور لوگ عام طور سے کھیل کھیلا کرتے تھے۔ شطرنج کی طرح اس کے موجد بھی اہلِ ہند ہیں، دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ شطرنج کی بنیاد مسئلہ اختیار پر ہے اور چوسر کی مسئلہ جبر پر، چنانچہ اس کے موجد نے اس کا یہی فلسفہ راجہ کے سامنے بیان کیا تھا۔ اس نے کہا[1]: لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ زمانہ کا دور ایک سال ہے، سال کے معنی ۱۲ مہینے اور ۱۲ مہینوں کے معنی ۱۲ برج ہیں اور چونکہ مہینے کے تیس دن ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر برج کے ۳۰ درجے ہیں، پھر چونکہ دن سات ہیں، اس کے معنی سات سیارے، پھر اس نے اس کو مثال کے ذریعے سے واضح کیا، چنانچہ سال کی مثال میں اس نے ایک صحن کی وضع کی اور اس صحن میں ۲۴ خانے، رات اور دن کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر بنائے، یہ خانے ان بارہ خانوں کے ہر گوشے میں بنے ہوئے تھے، جو سال کے مہینوں اور برجوں کی مثال میں بنائے گئے تھے اور ۳۰ دنوں اور اس کے برجوں کی مثال میں ۳۰ ستارے بنائے اور رات اور دن کی مثال میں دو نگینے بنائے، ہر نگینے میں ۶ سمتیں رکھیں، اس لئے کہ یہی ایک ایسا مکمل عدد ہے، جس کا آدھا، تہائی اور چھٹا (سالم عدد کی شکل میں) ہو سکتا ہے، ہر نگینے میں جب وہ اوپر سے نیچے کی طرف آتا تھا، سات نقطے رکھے، اس طرح کہ ۶ کے نیچے ایک، پانچ کے نیچے دو اور چار کے نیچے تین، یہ گویا ساتوں سیاروں اور دنوں کی مثال تھی، یہ سات سیارے سورج، چاند، زحل، مشتری، مریخ، عطارد اور زہرہ ہیں۔

اب اسے دو آدمیوں کے درمیان آزمانے کے لئے رکھا، اور ہر شخص کو ایک ایک نگینہ دے دیا اور کہا کہ جس شخص کو میں نے اوپر کے یہ سات نقطے دیئے ہیں وہ اپنے حریف سے ابتداء کے لحاظ سے زیادہ ہے اس طرح اس کے پاس دونوں نگینے جمع ہو جاتے تھے گویا اس نے اپنے حریف کو پیٹ دیا، پھر دونوں نگینوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا تھا، اس کے گرد ستارے گردش کرتے تھے، یہ اس نصیبے اور قسمت کی مثال تھی جسے فلک کی حرکت سے ایک عاجز اور کمزور حاصل کر لیتا ہے اور اس حرماں نصیبی کی جو ایک ہوشیار اور صاحب تدبیر و احتیاط انسان کے لئے سبب ابتلاء بنتی ہے۔

---

[1] یعقوبی (ص ۹۰)